سید محمد متین ہاشمی

اسلام کا نظامِ احتساب

(آخری قسط)

آدابِ محتسب

محتسب کے لیے ضروری ہے کہ وہ جن باتوں کا لوگوں کو حکم دیتا یا جن سے لوگوں کو منع کرتا ہے ان پر خود بھی عمل کرے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَا لَا تَفْعَلُوْنَ ۝ کَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰہِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَا لَا تَفْعَلُوْنَ ۝ (الصف: ۲)

اے ایمان والو! تم ایسی بات کیوں کہتے ہو جو کرتے نہیں ہو۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک یہ امر سخت ناپسندیدہ ہے کہ تم ایسی باتیں کہو جو کرو نہیں۔

مشکوٰۃ کی ایک روایت ہے:

عن انسؓ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال رأیت لیلۃ اسری بی رجالاً تقرض شفاھھم بمقاریض من نار، قلت من ھؤلاء یا جبریل؟ قال ھؤلاء خطباء امتک یأمرون بالبر وینسون انفسھم۔[1]

حضرت انسؓ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ شبِ معراج میں میں نے بہت سے ایسے لوگ بھی دیکھے جن کے ہونٹ آگ کی قینچیوں سے کاٹے جا رہے تھے۔ میں نے حضرت جبریل سے دریافت کیا کہ یہ کون لوگ ہیں؟ انھوں نے بتلایا کہ یہ آپ کی امت کے خطیب ہیں جو لوگوں کو تو نیکی کا حکم دیتے تھے لیکن اپنی ذات کو فراموش کر دیتے تھے۔ (یعنی خود عمل نہیں کرتے تھے)۔

(۲) محتسب کو چاہیے کہ فریضۂ احتساب کی ادائیگی کے وقت صرف رضائے الٰہی کو

---

[1] شیخ ولی الدین العمری التبریزی: مشکوٰۃ المصابیح - ۲: ۶۲۶ مطبوعہ دمشق ۱۹۶۱

مدِ نظر رکھے۔ اگر وہ ایسا کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس کی نیت کے خلوص کی وجہ سے لوگوں کے دلوں میں اس کا رعب ڈال دے گا اور وہ کسی بڑے سے بڑے آدمی سے بھی مرعوب نہیں ہو گا بلکہ بے دھڑک امر بالمعروف و نہی عن المنکر کا فریضہ انجام دے سکے گا۔

علمائے سلف میں ایسی بہت سی مثالیں ملتی ہیں۔ سلطان اتابک زنگی کے بارے میں منقول ہے کہ اسے ایک محتسب کی ضرورت تھی لوگوں نے اس سے ایک عالم کا تذکرہ کیا۔ اس نے انھیں اپنے دربار میں طلب کرکے کہا کہ "میں نے آپ کو محتسب مقرر کیا، آپ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ انجام دیا کریں"۔ اس عالمِ ربانی نے کہا اگر واقعتاً آپ نے مجھے محتسب مقرر کر دیا ہے تو پھر اس بستر سے جس پر آپ بیٹھے ہیں اُٹھ جائیں اور یہ مسند ہٹا دیں کیونکہ یہ دونوں چیزیں ریشمی ہیں اور ریشم مرد کے لیے حرام ہے۔ اسی طرح آپ یہ انگوٹھی بھی اُتار ڈالیں اس لیے کہ یہ سونے کی ہے اور سونے کا استعمال بھی مرد کے لیے حرام ہے۔ یہ سن کر سلطان بستر سے اُٹھ گیا، انگوٹھی اتار کر پھینک دی اور ان سے کہا کہ احتساب کے علاوہ میں آپ کو شرطہ (پولیس) کی نگرانی کی ذمہ داری بھی سپرد کرتا ہوں۔[۲]

(۳) محتسب کو چاہیے کہ اپنی ظاہری وضع قطع بھی شریعت کے مطابق رکھے۔ مثلاً مونچھیں شریعت کے مطابق کتروائے، داڑھی بڑھائے، ناخن ترشوائے، پاک صاف لباس پہنے اور اس میں شرعی آداب کو ملحوظ رکھے۔ صلحا کا سا انداز اختیار کرے، اوباش لوگوں کی وضع اور ان کے لباس سے پرہیز کرے۔ روایت ہے کہ ایک مرتبہ ایک شخص محمود غزنوی کے دربار میں حاضر ہوا اور درخواست کی کہ مجھے محتسب بنا دیجیے۔ سلطان نے اس شخص کی طرف دیکھا تو اس کی مونچھیں اس قدر بڑھی ہوئی تھیں کہ بالوں نے منہ کو ڈھانپ رکھا تھا اور اتنا لمبا جبہ پہنے ہوئے تھا کہ دامن زمین پر گھسٹ رہا تھا۔ سلطان نے کہا شیخ محترم! آپ پہلے اپنا تو احتساب کیجیے اور اپنی وضع شریعت کے مطابق بنائیے تب میرے پاس آکر محتسب کا عہدہ طلب کیجیے گا۔[۳]

---

[۲] ابن الاخوۃ: معالم القربۃ، ۱۳، طبع کیمبرج ۱۹۳۷ [۳] ایضاً

(۴) عفت بھی احتساب کا ایک لازمی جز ہے۔ یعنی محتسب کے لیے ضروری ہے کہ تمام معاملات میں عفیف اور متورع ہو، اس کی نگاہ پاک، کردار بے داغ اور دل ہر قسم کے لالچ اور طمع سے خالی ہو۔ اسے چاہیے کہ لوگوں کے تحائف نہ قبول کرے اور نہ لوگوں سے زیادہ میل جول بڑھا کر انھیں اپنے ساتھ بے تکلف ہونے کا موقع دے، کیونکہ ایسا کرنے سے اس کا رعب داب جو محتسب کے لیے ضروری ہے ختم ہو جائے گا۔ عوام سے میل جول بڑھانے کے بعد رشوت لینے اور رشوت دینے کا دروازہ بھی کھل جاتا ہے۔ منقول ہے کہ ایک محتسب کے پاس ایک بلی تھی جس کے کھانے کے لیے چھیچھڑے ایک قصاب دیا کرتا تھا اور محتسب سے اس کا معاوضہ نہیں لیتا تھا، ایک دن محتسب نے قصاب کو کاروبار میں بددیانتی کرتے دیکھا تو اسے تنبیہ کرنے کا ارادہ کیا۔ سب سے پہلے اس نے گھر جا کر اس بلی کو نکال باہر کیا، اس کے بعد قصاب کے پاس آ کر اس کی بددیانتی پر تنبیہ کی۔ قصاب نے کہا کہ آج کے بعد سے میں آپ کی بلی کے لیے چھیچھڑے نہیں دوں گا۔ محتسب نے کہا کہ میں نے احتساب کرنے سے پہلے بلی کو گھر سے نکال دیا ہے تاکہ میرے دل میں تجھ سے کسی قسم کی طمع نہ رہے[۱۲]۔ محتسب کا یہ بھی فرض ہے کہ وہ اپنے اعزہ، اقربا اور نوکروں کے اعمال کی بھی نگرانی کرتا رہے، ایسا نہ ہو کہ وہ محتسب کے نام پر تحفے تحائف یا رشوتیں لیتے ہوں۔

(۵) آدابِ احتساب میں ایک نہایت اہم ادب یہ بھی ہے کہ محتسب نرم خو، خوش گفتار اور خوش خلق ہو، بد خلقی، بد زبانی اور تند مزاجی سے لوگوں کی اصلاح کا مقصد پورا نہیں ہو سکتا۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے قرآن کریم میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم فرمایا ہے کہ:

اُدْعُ إِلٰى سَبِيْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِيْ هِيَ أَحْسَنُ۔ (النحل - ۱۲۵)

(اے پیغمبر!) آپ اپنے رب کی راہ کی طرف لوگوں کو حکمت اور اچھی نصیحت کے ذریعہ دعوت دیجیے اور ان سے بہترین طریقے پر مباحثہ کیجیے۔

---

[۱۲] ابن الاخوۃ: معالم القربۃ: ۱۳

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صفاتِ عالیہ بیان کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے آپ کے رفق و شفقت کو اہم صفت قرار دیا ہے۔ ارشاد ہے:

فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيْظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِكَ (آل عمران - ۱۵۹)

اے نبی! یہ اللہ کی بڑی مہربانی ہے کہ آپ ان کے حق میں نرم دل واقع ہوئے ہیں اور اگر کہیں آپ تندخو اور سخت دل ہوتے تو یہ لوگ کبھی کے آپ کے پاس سے منتشر ہو چکے ہوتے۔

ایک مرتبہ ایک آدمی خلیفہ مامون کے دربار میں آیا اور اس نے نہایت تندی اور زجر و توبیخ کے ساتھ خلیفہ کو نصیحت کی۔ مامون نے کہا "اے شخص اللہ تعالیٰ نے جب تجھ سے بہتر و افضل افراد کو مجھ سے زیادہ برے اور خراب آدمی کے پاس بھیجا تھا تو انھیں حکم دیا تھا کہ نرمی سے گفتگو کرنا۔ یعنی فرعون کے پاس حضرت موسیٰ اور ہارون علیہم السلام کو بھیجتے وقت اللہ تعالیٰ نے انھیں یہ حکم دیا تھا کہ:

فَقُوْلَا لَهٗ قَوْلًا لَّيِّنًا لَّعَلَّهٗ يَتَذَكَّرُ اَوْ يَخْشٰى (طٰهٰ: ۴۴)

یعنی جب فرعون کے پاس جانا تو اس سے نرمی کے ساتھ گفتگو کرنا، شاید کہ وہ تمہاری باتوں سے نصیحت حاصل کرے اور اس میں خوفِ خدا پیدا ہو جائے۔

کیا تو خود کو حضرت موسیٰ سے افضل اور مجھے فرعون سے بھی زیادہ گمراہ سمجھتا ہے کہ اس تندی اور ترشی کے ساتھ مجھے نصیحت کر رہا ہے؟ یہ کہہ کر مامون نے اس آدمی کی طرف سے اپنا رُخ پھیر لیا اور پھر اس کی طرف متوجہ نہیں ہوا۔[۵۵]

البتہ سماج دشمن اور جرائم پیشہ افراد کے مقابلے میں ضروری ہے کہ محتسب سختی اور غلظت اختیار کرے ورنہ یہ عناصر شریف اور باعزت لوگوں کی زندگی دشوار بنا دیں گے۔

عملِ احتساب

حضرت امام غزالی نے احیاء علوم الدین میں لکھا ہے کہ عمل احتساب کا اجرا تدریجاً

---

[۵۵] ابن الاخوۃ: معالم القربۃ: ۱۴

ہونا چاہیے۔[۵۶]

محتسب کو چاہیے کہ وہ صرف انہی منکرات پر گرفت کرے جن کا برملا ارتکاب کیا جا رہا ہو، خواہ مخواہ تجسس میں نہ پڑے۔

اسے نہ تو لوگوں کے گھروں میں کان لگا کر یہ پتہ چلانے کی ضرورت ہے کہ اس میں مزامیر پر گانا ہو رہا ہے یا نہیں اور نہ کسی کے گھر سے شراب کی بو سونگھنے کی کوشش کرے، البتہ اگر دو معتبر آدمی اپنی مرضی سے آکر اسے اطلاع دیں کہ فلاں مکان میں شراب کی بھٹی ہے تو اس صورت میں وہ دست اندازی کا مجاز ہے۔

ارتکابِ جرم کا پتہ لگ جانے کے بعد محتسب کو چاہیے کہ وہ مرتکب پر اچھی طرح واضح کر دے کہ اس کا فعل غلط ہے۔ اس لیے کہ ممکن ہے ارتکاب کرنے والے کو یہ پتہ ہی نہ ہو کہ فلاں کام کرنا غلط ہے۔ مثلاً محتسب نے کسی دیہاتی کو دیکھا کہ وہ تعدیل ارکان کے بغیر نماز پڑھ رہا ہے، نہ صحیح طور پر رکوع کرتا ہے اور نہ سجدہ، تو محتسب کا فرض ہے کہ اسے نماز پڑھنے کا صحیح طریقہ بتائے۔ اس صورت میں اسے لطف و نرمی کے ساتھ یہ کام کرنا ہوگا۔ کسی قسم کی سختی یا درشتی اختیار کرنا مناسب نہیں ہے۔ اس کے بعد وہ مرحلہ آتا ہے جبکہ محتسب یہ محسوس کرے کہ منکر کا مرتکب، منکر کو منکر سمجھتے ہوئے اس کا ارتکاب کر رہا ہے یا وہ عادی مجرم ہے۔ اس صورت میں بھی اسے چاہیے کہ وہ مجرم کو محبت و شفقت سے سمجھائے، اسے نصیحت کرے اللہ کا خوف اس کے دل میں پیدا کرنے کی کوشش کرے، بزرگانِ دین اور صالحینِ امت کے حالات سنا کر اسے شر سے متنفر اور خیر کی طرف راغب کرنے کی کوشش کرے، لیکن اگر اس کے باوجود مجرم اپنی اصلاح نہ کرے اور اس کے عمل میں کسی قسم کا تغیر رونما نہ ہو تو پھر محتسب اسے سخت سست کہہ سکتا ہے۔ لیکن اس صورت میں بھی وہ فحش یا دشنام طرازی سے احتراز برتے۔

اور اگر درشتی بھی بے اثر ثابت ہو تو پھر وہ اپنی قوت استعمال کر سکتا ہے، مثلاً شراب

---

[۵۶] امام غزالی: تہذیب احیاء علوم الدین: ۱: ۸ ۳ ۳۔

کے برتنوں کو توڑ دے، سازوں کو بے کار کر دے، اگر اس کے بدن پر حریر کا لباس ہو تو بالجبر اس کا لباس اتروا دے یا اگر وہ کسی دوسرے کی زمین پر غاصبانہ قبضہ کیے ہوئے ہے تو اسے یہ بزور وہاں سے نکال دے۔

اگر اس کے بعد محتسب یہ دیکھے کہ اس نے پھر شراب پی لی ہے یا کسی ایسے ہی منکر کا ارتکاب کر لیا ہے تو اسے روکنے کے لیے دھمکیاں بھی دے سکتا ہے۔ لیکن اگر یہ اقدام بھی ناکافی ثابت ہو تو وہ اس شخص کو ہاتھ یا لات سے مار سکتا ہے، مگر کوئی ہتھیار استعمال نہیں کر سکتا، البتہ اگر محتسب یہ محسوس کرنے لگے کہ مجرم کے بہت سے اعوان و انصار ہیں جو فتنہ برپا کرنا چاہتے ہیں، جس سے ملکی نظام میں اختلال پیدا ہونے کا امکان ہے تو پھر بہتر یہ ہے کہ وہ حاکم اعلیٰ سے ہتھیار استعمال کرنے کی اجازت طلب کرے اور اجازت ملنے کے بعد اپنے اعوان و انصار کی مدد سے اس فتنے کا مکمل طور پر استیصال کرے۔

محتسب کو یہ بھی اختیار ہے کہ بوقتِ ضرورت عدالتی کاروائی کے بغیر بھی وہ مجرموں کی تشہیر کرے، انھیں گلیوں میں پھرائے، غلط باٹ اور پیمانے اور ناقص مال کو ضبط کر لے، کسی بددیانت تاجر کو کاروبار سے روک دے اور بار بار تنبیہ کرنے کے باوجود اگر وہ اپنی اصلاح نہ کرے تو اسے شہر بدر کر دے۔[۵]

احتساب اور مسلم حکومتیں

گزشتہ صفحات میں عرض کیا جا چکا ہے کہ المامون کے دورِ حکومت میں محکمۂ احتساب کا باضابطہ طور پر قیام عمل میں آیا اور بہت جلد مشرق و مغرب کے بیشتر مسلم علاقوں میں یہ محکمہ قائم کر دیا گیا۔ بلکہ اگر یہ کہا جائے تو غلط نہ ہوگا کہ محتسب مسلم ممالک کی انتظامیہ کا جزو لاینفک بن چکا تھا۔ سلطنتِ عثمانیہ میں بھی اس محکمے کو اس کے تمام لوازمات کے ساتھ باقی رکھا گیا، البتہ منڈیوں کی نگرانی کے ساتھ ساتھ محتسب کو ٹیکس عائد کرنے کی بھی ذمہ داری سپرد کر دی گئی۔ حکومت کے واجبات بھی محکمۂ احتساب کا عملہ ہی وصول کرتا تھا۔

---

[۵] The Encyclopeadia of Islam : 3 : 488 Leiden 1971.

اس کے علاوہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر، عوام کے اخلاق کی نگرانی، مساجد اور مقابر کی دیکھ بھال بھی محتسب ہی کے ذمے تھی۔

سلطنتِ عثمانیہ میں احتساب کے اوّلین ضوابط سلطان بایزید کے عہدِ حکومت (۸۸۶ھ - ۹۱۸ھ) میں وضع کیے گئے۔ اس کے بعد سلطان سلیم اول۔ سلیمان اول، سلیم دوم، مراد سوم، مراد چہارم، محمد چہارم کے عہد میں ان پر اضافے کیے گئے۔ اگرچہ موقع بموقع ان میں جزوی تبدیلیاں بھی ہوتی رہیں۔ سلطنتِ عثمانیہ میں ۱۸۵۴ء تک محکمۂ احتساب کسی نہ کسی شکل میں باقی رہا[۵۸]

خلافتِ عباسیہ کے انقراض کے بعد ایران میں جو مختلف حکومتیں بنیں ان سب نے محکمۂ احتساب کو برقرار رکھا اور ان ادوار میں بھی محتسب بدستورِ سابق امر بالمعروف، نہی عن المنکر، اخلاقِ عامہ اور مذہبی فرائض کی نگرانی کیا کرتا تھا، عوام کی آسائشوں کا خیال رکھنا، بار برداری کے جانوروں کے ساتھ بہتر سلوک کرانا، ذمیوں کے حقوق کی نگہداشت، سوداگروں اور اہلِ حرفہ کے اعمال کی نگرانی بھی محتسب ہی کے ذمے تھی۔ محتسب عام طور پر دینی جماعت کا فرد ہوتا تھا۔ محتسب میں علم، عدل، ورع، حسنِ اخلاق اور تدبر کا ہونا ضروری سمجھا جاتا تھا۔ ہر شہر اور قریے میں محتسب مقرر تھے جو مملکت کے محتسب اعلیٰ (جسے محتسب الممالک کہا جاتا تھا) کے ماتحت فرائض مفوضہ انجام دیتے تھے۔ یہ سلسلہ بیسویں صدی کے اوائل تک جاری رہا، لیکن رضا شاہ پہلوی نے جب جدید عدالتیں قائم کیں تو اکثر امورِ حسبی جدید عدالتوں کی تولیت میں دے دیے گئے[۵۹]

برصغیر پاک و ہند کے بھی اکثر مسلمان حکمرانوں نے اپنے دورِ حکومت میں احتساب کا نظام قائم کر رکھا۔ ان میں قابلِ ذکر غیاث الدین بلبن (۶۶۴ھ ۶۸۶ھ)، فیروز شاہ تغلق (۷۵۲ھ ۷۹۰ھ)، سکندر لودھی (۸۹۴ھ - ۹۲۳ھ) اور اورنگ زیب عالمگیر ہیں۔ غیاث الدین بلبن ایک اچھی حکومت کے لیے محکمۂ احتساب کو ضروری سمجھتا تھا، چنانچہ اس نے اپنے دورِ حکومت

---

۵۸ The Encyclopaedia of Islam : 3 : 489.

۵۹ ایضاً، ص ۴۹۱۔

یں چھوٹے چھوٹے قریوں میں بھی جہاں دو چار سو مسلمانوں کی آبادی تھی، قاضی اور محتسب مقرر کر رکھے تھے۔ یہی حال سلطان علاء الدین خلجی کا تھا، وہ ہمیشہ اس بات کے لیے کوشاں رہتا کہ اس کی مملکت میں اخلاقِ حسنہ کو فروغ حاصل ہو اور لوگ منہیات سے پرہیز کریں، اس مقصد کے لیے اس نے مملکت کے گوشے گوشے میں محتسب مقرر کر رکھے تھے۔ اس کا مشیر خاص اور فیروز شاہ کے دور میں ملتان کا گورنر عین الملک عبداللہ بن ماہرو اپنے ایک مکتوب میں احتساب کی اہمیت کو ان الفاظ میں بیان کرتا ہے۔

"قرآن حق خواص است کہ معانی آن را بہ بینند و تدبر کنند و اتباع حق نمایند اما عوام کہ ایشاں را معروف و خشیت باری تعالیٰ نیست، اگر خوف سلطان و ولاۃ ہم نباشد تقاتل و تغافی در اہابد و خروج و دماء و اموال مسلمانان در معرض ہدر و تلف افتد، چوں ایں قاعدہ شرعاً مستمر است و در طبائع فسق و ہوائے نفس غالب و مستولی بنا بر ایں زاجری و مانعی می باید تا امور عظام کہ مطلوب است باصلاح باز آید و بر حسب شرح تمشیت پذیرد۔
بر مقتضای ایں سابق داد بیگی و احتساب خطۂ ملتان بحوالہ فلاں گردانیدہ شدہ تا دریں اشتغال شریف و امور دینی قیام نماید و بر جادہ شرع و طریقۂ عدل باشد و طائفہ ایں کہ پائے از دائرۂ شریعت بیروں می نہند و در چیزی کہ خلاف مذہب است اقدام می نمایند، بصلابت تمام و حسن اہتمام مانع و زاجر باشد"[۲۱]

اس عبارت کا مختصراً ترجمہ یہ ہے کہ: قرآن حکیم پر غور و عمل کرنا اور اس کے معانی پر تدبر، خواص کا حق ہے لیکن عوام جنھیں خوفِ خدا (عموماً) نہیں ہوتا، اگر انھیں بادشاہوں اور والیوں کا بھی خوف نہ ہو تو ان کے درمیان قتل و غارت گری پھیل جائے گی اور لوگوں کی آبرو، جان اور مال تباہ ہو جائیں گے۔ چوں کہ طبائع پر فسق و فجور اور خواہشاتِ نفسانی کا غلبہ ہوا کرتا ہے اس لیے کسی روک ٹوک کرنے والے کا وجود ضروری ہے، تاکہ معاشرے میں صلاح و فلاح کا دور دورہ ہو اور معاشرہ شریعت کے منشا کے مطابق زندگی گزارے، مذکورہ بالا اصول کی روشنی میں خطۂ ملتان کا محکمۂ احتساب فلاں شخص کے سپرد کیا

۲۱۔ عین الملک عبداللہ بن ماہرو: انشای ماہرو، مکتوب (۷): ۱۸

گیا ہے تاکہ وہ اس کارِ خیر کو انجام دیں۔ دینی امور کو قائم کریں اور شریعت وعدالت کے جادۂ مستقیم پر خود بھی گامزن رہیں (اور دوسروں کو بھی گامزن کریں)۔ اور اگر کوئی جماعت جادۂ شریعت سے منحرف ہونے لگے تو اس کے خلاف سخت ترین اقدام کریں اور اسے اس طرح کے فاسد اعمال سے روکیں۔

یہی طریق کار محمد تغلق کا تھا۔ وہ شرعی امور میں معمولی سے تساہل کو بھی برداشت نہیں کرتا تھا۔ فیروز تغلق نے اپنے دورِ حکومت میں عورتوں کو مقابر پر جانے سے روک دیا تھا سکندر لودھی نے غازی سالار مسعود رحمۃ اللہ علیہ کی قبر پر نیزے چڑھانے کی قدیم رسم کو بند کرا دیا تھا[۱۱] مغلوں کے عہدِ حکومت میں احتساب کا وہ زور تو نہ رہا جو اس سے پہلے تھا۔ البتہ اورنگ زیب عالمگیر سختی سے شریعت کا پابند تھا اور اس نے مملکتِ محروسہ میں پوری دیانت داری سے شرعی قوانین نافذ کیے، محکمۂ احتساب کا اہتمام کیا اور شراب نوشی، افیون اور دیگر منشیات کے استعمال کرنے والوں کے لیے سزائیں مقرر کیں[۱۲] آگے چل کر مغل حکمرانوں نے احتساب کا محکمہ کوتوال کی تحویل میں دے دیا حالانکہ کوتوال ایک قسم کا دنیاوی منصب تھا جبکہ محتسب صرف ان امور سے سروکار رکھتا تھا جو شرعی قوانین کی ذیل میں آتے تھے۔ یہ انتظام مسلمانانِ ہند کی مذہبی اور معاشرتی زندگی کے لیے تباہ کن اور آخر میں ان کی حکومت کے لیے مہلک ثابت ہوا[۱۳] محکمۂ احتساب اور اسلامی حکومت کے مختلف محکموں اور ان کے طریق کار پر امام ابن تیمیہؒ رحمۃ اللہ علیہ نے بھی بحث کی ہے۔ اس ضمن میں وہ ایک جگہ تحریر فرماتے ہیں:

کسی اسلامی ریاست کے قیام کا مقصد وحید ہی یہ ہے کہ دینِ اسلام کو مکمل غلبہ حاصل ہو، اللہ کا کلمہ بلند ہو اور جس نظام کو نافذ کرنے کے لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور مومنین نے جہاد کیے وہ نظام من کل الوجوہ قائم ہو جائے[۱۴]

---

[۱۱] THE ENCYCLOPEADIA OF ISLAM : 3 : 492 : LEIDEN 1971

[۱۲] ایضاً، ص ۴۹۳

[۱۳] اردو دائرہ معارف اسلامیہ : ۸ : ۲۰۲ : دانش گاہ پنجاب ۱۹۷۱ء۔

[۱۴] امام ابن تیمیہ : رسالۃ الحسبۃ فی الاسلام : ۲۲۹ طبع مصر